محمد الیاس میراں پوری

مفسرِ قرآن، مجاہدِ آزادی-------- مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ، ایسی شخصیات سے بھری ہوئی ہے، جنہوں نے آزادیٔ وطن اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے جاہ ومنصب اور عزت وشہرت کی طلب، قید و بند کی صعوبتوں اور جلاوطنی کی اذیتوں سے بے نیاز اور بے خوف وخطر ہوکر اپنے اعلیٰ نصب العین کے لئے عمر بھر قربانیاں دیں۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا جذبہ جہاد ہو، یا امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تبحرِ علم، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت ہو، یا شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا تقویٰ، ظفر علی خانؒ کی صحافت ہو، یا شورش کاشمیریؒ کا شعر وسخن----- اپنے اپنے میدان میں یہ سب لوگ ایسے تھے کہ جن کے وجودِ مسعود کا خمیر، اخلاص وللّٰہیت کی مٹی سے اٹھا تھا، جو لوگ عنداللہ ہمیشہ مقبول رہے اور عندالناس ہر دور میں عزت و تکریم سے نوازے گئے۔ ان عظیم شخصیات میں ایک عظیم شخصیت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی بھی ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ ۱۰، مارچ ۱۸۷۲ء کو ''چیاں والی'' ضلع سیال کوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا پیدائشی نام بوٹا سنگھ تھا۔ ان کے والد رام سنگھ، ان کی ولادت سے چار ماہ پہلے وفات پا گئے لہٰذا بچپن ہی میں وہ اپنی والدہ کے ہمراہ، ماموں کے ہاں جام پور (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں آ کر بس رہے اور اردو مڈل سکول جام پور میں داخل کروائے گئے۔

۱۸۸٤ء میں ان کے آریہ سماجی ہم جماعت نے ایک نومسلم عالم مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''تحفۃ الہند'' انہیں مطالعہ کے لئے دی، جس کا مطالعہ کرنے سے مولانا کے دل کی کایا پلٹ گئی، مولانا نے اسلام قبول کرلیا اور ''تحفۃ الہند'' کے مصنف سے عقیدت کی بنا پر اپنا نام ''عبید اللہ'' رکھ لیا۔ مولانا مسلمان ہونے کے بعد، چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے، لیکن مولانا کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا، وہ چاہتے تھے کہ وہ آزادانہ طور پر مسلمانوں کی سی زندگی بسر کریں۔ چنانچہ ۱۵/اگست ۱۸۸۷ء کو گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے سندھ میں، بھر چونڈی شریف کے مشہور صوفی بزرگ حضرت حافظ محمد صدیقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب مرحوم نے مولانا کو بیٹوں کی طرح پالا، مولانا کی ایسے طریقے سے تربیت کی، کہ مولانا کے قدم صراطِ مستقیم پر مستحکم ہوگئے۔ حافظ صاحب مرحوم نے مولانا سندھیؒ کو رخصت کرتے وقت دعا دی کہ ''خدا تجھے کسی راسخ عالم سے ملادے۔''

بھر چونڈی شریف میں اپنے فاضل استاد سے فیض یاب ہونے کے بعد، مولانا سندھیؒ دین پور چلے آئے، وہاں مولانا غلام محمد صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اکتوبر ۱۸۸۸ء میں انہیں دارالعلوم دیو بند میں

داخلہ مل گیا۔ حافظ محمد صدیقؒ کی دعا قبول ہوئی۔ اور مولانا سندھیؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے درس میں باقاعدہ بیٹھنے لگے۔ ۱۸۹۱ء میں شیخ الہندؒ سے ان کی دعائیں لے کر امروٹ شریف روانہ ہو گئے۔ امروٹ شریف کے سجادہ نشین مولانا تاج محمود امروٹیؒ کی خواہش پر مولانا سندھیؒ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ان کے کہنے پر، اسلامیہ کالج سکھر کے ماسٹر مولوی محمد عظیم خان کی دختر نیک اختر سے ان کا نکاح ہو گیا۔ ۱۹۰۱ء میں مولانا، سندھ کے ایک بڑے روحانی مرکز گوٹھ پیر جھنڈا منتقل ہو گئے۔ جہاں پیر صاحب جھنڈا کی سرپرستی میں، انہوں نے ''دارالارشاد'' کی بنیاد رکھی۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کچھ عرصہ سندھ کے علاقوں میں رہے۔ اس دوران حضرت شیخ الہندؒ نے انہیں دیو بند طلب فرمایا اور سامراج دشمن بنیادوں پر تحریکی اور تنظیمی سرگرمیاں کرنے کے لئے ''جمعیت الانصار'' کی تاسیس کا کام ان کے سپرد کیا۔ مولانا نے اپنے مرشد و مربی حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ پر ۱۹۱۲ء میں دہلی میں ''نظارۃ المعارف'' کی بنیاد رکھی۔ شیخ الہندؒ، حکیم محمد اجمل خانؒ، اور نواب وقار الملکؒ ایسے بزرگ اس عظیم ادارے کے سرپرست بنے۔ یہاں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کی حکمت عملی کا درس دیا جاتا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تو براعظم سے بیشتر فرنگی فوج مشرق وسطیٰ اور یورپ کے محاذ پر روانہ ہو گئی۔ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے جاں نثار رفقاء نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے، سرحد کے آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کا کام، مولانا فضل واحد المعروف بہ حاجی صاحب ترنگ زئیؒ اور مولانا فضل ربیؒ کے سپرد کیا۔ مولانا عزیر گلؒ حضرت شیخ الہندؒ اور حاجی صاحبؒ کے درمیان مسلسل رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو کابل روانہ فرمایا، حضرت شیخ الہندؒ یہ چاہتے تھے کہ امیر افغانستان برعظیم پر حملہ کر دے اور ادھر حاجی صاحب ترنگ زئیؒ اور مولانا فضل ربیؒ قبائلی لشکر کے ساتھ مل کر انگریزی علاقوں پر چڑھائی کر دیں۔ ادھر برعظیم کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ انگریز ان دنوں یورپ اور مشرق وسطیٰ کے محاذوں پر جرمنی اور ترکی کے خلاف آزما تھے، اس لئے وہ برعظیم کا دفاع نہیں کر سکیں گے۔ اور بالآخر عظیم آزاد ہو جائے گا۔ مولانا سندھیؒ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کوئٹہ اور قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچ گئے۔ ان کی آمد سے تیرہ روز قبل حضرت شیخ الہندؒ ہی کا منظم کردہ ہندوستانی، ترکی، جرمن، ''مشن'' قابل پہنچ چکا تھا۔ اس مشن کی یہ خواہش تھی کہ افغانستان فوراً برعظیم پر حملہ کر دے۔ اس لئے جب مولانا کابل پہنچے، تو ان دنوں وہاں سیاسی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ انہی ایام میں مولانا سندھیؒ، راجہ مہندر پرتاب اور مولوی محمد برکت اللہ بھوپالی نے کابل میں ''حکومت موقتہ ہند'' کی بنیاد رکھی۔ روس اور جاپان سے مسلسل رابطہ رکھا گیا۔

مولانا سندھیؒ کی کابل روانگی کے بعد، حضرت شیخ الہندؒ اپنے مشن کی تکمیل کے سلسلے میں حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ تاکہ وہاں کے ترک گورنر کے توسط سے حکومت ترکیہ سے رابطہ قائم کریں۔ اور اسے اس پر آمادہ کریں کہ وہ روس یا

ایران کے راستے افغانستان کی فوجی مدد کرے۔ تاکہ افغانستان برعظیم پر حملہ کردے۔ کابل میں قیام کے دوران، مولانا سندھیؒ نے اپنی پوری سکیم چند ریشمی رومالوں پر لکھ کر عبدالحق نامی، ایک قاصد کے ذریعے شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس حیدر آباد، سندھ روانہ کی اور انہیں یہ پیغام بھیجا کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ذریعے سے یا خود مکہ مکرمہ جا کر یہ خطوط حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پہنچادیں۔ جب یہ قاصد ملتان پہنچا تو اپنے قدیم مربی، خان بہادر رب نواز خان سے ملنے چلا گیا۔ خان بہادر نے باتوں باتوں میں اس سے تمام راز اگلوالیا اور انگریزوں کی خوشنودی کے حصول کے لئے اسے ملتان ڈویژن کے کمشنر کے حوالے کردیا۔ خطوط کی برآمدگی کے بعد حکومت چوکنی ہوگئی اور سینکڑوں افراد کو اس سازش میں شریک ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا۔ ادھر انگریزوں نے مکہ کے گورنر سے مل کر شیخ الہندؒ کو ان کے رفقاء سمیت گرفتار کرکے مالٹا میں نظر بند کردیا۔

۱۹۱۹ء میں انگریزوں اور افغانوں کے درمیان ایک جنگ ہوئی، جو افغانستان کی تاریخ میں ''جنگِ استقلال'' کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اس جنگ کے نتیجے میں انگریزوں نے افغانستان کو خودمختار مملکت تسلیم کرلیا اور اس وقت کے امیر افغانستان، امان اللہ خان سے کہا کہ انگریزوں کے خلاف کابل میں جو کام ہو رہا ہے، اسے بند کردیں۔ حکومتِ افغانستان نے مولانا سندھیؒ اور ان کے رفقاء کو سیاسی سرگرمیاں بند کرنے کا حکم دے دیا۔

۱۹۳۷ء میں جب برعظیم کے متعدد صوبوں میں کانگریس برسرِ اقتدار آئی، تو کانگریسی رہنماؤں نے مولانا سندھیؒ کی واپسی کے لئے برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالا۔ اِدھر برطانوی حکومت کو بھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ مولانا سندھیؒ سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ چنانچہ انہیں وطن واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا وطن لوٹ آئے۔ جلاوطنی کے زمانے میں، مولانا روس بھی تشریف لے گئے اور اشتراکی انقلاب کو قریب سے دیکھا۔ کچھ عرصہ حجاز اور ترکی میں بھی گزارا۔ اس سارے عرصے میں ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں میں انقلابی فکر کی بیداری، مولانا کا مشن رہا۔ انہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کے ایک بلند مرتبہ شارح کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ مولانا کی تفسیر ''الہام الرحمٰن'' ایک خاص انداز میں ولی اللّٰہی طرزِ تفسیر ہی کی توسیع ہے۔ وہ جہاں جہاں گئے، اپنے علم وفضل کی گونج چھوڑ آئے۔ وطن واپسی کے بعد مولانا سندھیؒ کا قیام جامعہ ملّیہ دہلی میں رہا۔

مولانا سندھیؒ، سندھ کے دورے کے دوران بیمار ہوگئے۔ اپنی بیٹی کے پاس دین پور تشریف لے گئے اور بالآخر ۲۲ راگست ۱۹۴۴ء کو اسلام کا یہ عظیم فرزند اور مفسر قرآن داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ ان کے جسدِ خاکی کو ان کے مرشد مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔